مولانا محمد مغیرہ

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی

ایک صاحب قلم کے متوحدانہ ایرادات کا جائزہ

ہم بحمد اللہ مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کا دین، دین اسلام ہے۔ یہی وہ دین ہے جس کو اللہ تعالی نے پسند فرمایا ہے۔ دین اسلام میں انسان کی پیدائش سے لیکر موت تک، اور مرنے اور قبر میں دفن ہونے سے لے کر قیامت کی صبح تک پیش آنے والے حالات ومسائل کی تفصیل بصراحت بتلا دی گئی ہے۔ قیامت برپا ہونے سے لیکر حشر ونشر ومیزان وپل صراط اور پھر کسی کے جنت میں داخل ہونے اور کسی کے جہنم میں پہنچنے اور اس کے بعد کے حالات بھی دین اسلام نے یوں واضح کر دیئے ہیں کہ ''معلومات'' کی حد تک کسی مسئلہ میں امت محمدیہ کو کسی قسم کی پریشانی نہیں ...... بلکہ حضور علیہ السلام کے بعد قیامت تک چونکہ کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، اس لئے اس امت ہی کو دین کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی اور حضور علیہ السلام نے اپنی امت سے ارشاد فرمایا کہ میری امت کبھی گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی۔ حضور علیہ السلام کے انتقال کے وقت دین جس شکل میں موجود تھا، اسی شکل وصورت کو امت کے علماء نے تھامے رکھا۔ عقائد سے لیکر اعمال، معاملات، معاشرت حتی کہ اصولِ حکومت تک، دین کا ایک ایک مسئلہ اسی حالت میں امت کے پاس موجود ہے، جس حالت میں دینِ اسلام کو حضور علیہ السلام امت میں چھوڑ گئے۔ مختلف فتنے دین کے خلاف اٹھے مگر امت کے علماء نے دینِ حق کی روشنی میں ان کا نہ صرف تعاقب کیا بلکہ فتنوں سے ایسے نبرد آزما ہوئے کہ ان کا نام ونشان مٹا دیا اور کامیابی ہمیشہ دینِ حق کو حاصل رہی۔ علماءِ امت نے دینِ حق کی حفاظت کیلئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا مگر دین کے کسی مسئلہ میں، خواہ عقیدہ سے متعلق ہو یا عمل سے، ذرہ برابر تبدیلی نہ ہونے دی اور اپنا خون دے کر ہر ہر مسئلہ کی حفاظت کی۔ قرآن کے الفاظ کی حفاظت کی، قرآن کے معانی کی حفاظت کی، قرآن کی تفسیر کی حفاظت کی۔ ایسے ہی حدیث کی حفاظت کی، معانی واسانید حدیث کی حفاظت کی۔ آج چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اور اللہ کے آخری نبی ﷺ کے فرمان اور پیشگوئی کے مطابق امتِ محمدیہ آج تک کبھی گمراہی پر مجتمع نہیں ہوئی۔ اس اعتبار سے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ دینِ اسلام کو جس شکل وصورت میں صحابہ کے سپرد کر گئے تھے وہ اپنی اسی شکل میں امتِ محمدیہ کے پاس موجود ہے۔ یہ نہیں کہ امت کو اس کے اجماعی عقائد سے منحرف اور روگرداں کرنے کی کوششیں نہیں ہوئیں۔ کوششیں تو بہت ہوئیں لیکن صدیقین وصادقین اور مومنین وصالحین نے ہر دور میں دعوت وتبلیغ تعلیم وتدریس، تربیت وتزکیہ اور جہاد وجاں سپاری کے مختلف ذرائع سے، حفاظت واشاعتِ دین کا فریضہ انجام دے کر ایسی ایک ایک کوشش ناکام بنائی۔ غلام ہندوستان میں مجلسِ احرارِ اسلام کا قیام بھی ایسی ہی احیائی اور دفاعی دینی مساعی کی روشن مثال ہے۔ اس جماعت کو وقت کے اکابر علماء کے مشورہ سے ۱۳۴۸ھ (۱۹۲۹ء) میں تشکیل دیا گیا۔ عقائد ونظریات میں مجلسِ احرارِ اسلام کا تعلق اہلِ سنت والجماعت سے ہے اور یہ جماعت اپنے روزِ اول سے تقریراً اور تحریراً حتی الوسع دینِ اسلام کی دعوت وتبلیغ میں مصروف ہے۔ اس کے وابستگان کو بجا طور پر اپنی تاریخ پر فخر ہے اور اس پر طمانیت بھی کہ ان کے عقائد ونظریات بحمد اللہ وہی ہیں جن

پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر پوری امت کے علماء، فقہاء، اور محدثین متفق ہیں۔

اس تمہید کے بعد راقم السطور قارئین کی توجہ ایک خاص عقیدہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے کہ جس کی رو سے وابستگانِ مسلک اہلِ سنت والجماعت اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے لئے جو وفات مقدر تھی، وہ آپ پر وارد ہوئی اور آپ ﷺ کے انتقال فرما جانے کے بعد آپ کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے۔ اسی حیات کی وجہ سے آپ ﷺ روضہء اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ یہ عقیدہ ہمیں پوری امت سے وراثت میں ملا ہے اور پوری امت میں اس کے خلاف آج تک کسی نے کچھ نہیں کہا۔ ہاں، امت میں فرقہ کرامیہ ظاہر ہوا، جس کے بانی کا نام بیکندی تھا، اس نے ۴۴۵ھ (۱۰۵۳ء) کے قریب یہ عقیدہ اختیار کیا کہ حضور ﷺ کا جسدِ اطہر روضہ منورہ میں محض بے جس و بے شعور ہے اور حضور ﷺ وفات کے بعد اب حقیقتاً رسول نہیں رہے۔ اس فرقہ کی تبلیغ کے نتیجے میں انکارِ حیاتِ قبر اور انعزال نبوت کے دونوں باطل عقیدے ایک عرصہ برابر پنپتے رہے اور قرآن و حدیث کی بہت سی تصریحات تاویلات کی نذر ہوتی رہیں۔ غضب یہ کہ فرقہ کرامیہ اپنے نظریات کی نسبت امام ابوالحسن اشعریؒ کی طرف کیا کرتا تھا کہ امام ابوالحسن اشعریؒ کے نظریات بھی یہی ہیں۔ چونکہ اس فرقہ کو اس وقت کی حکومت میں منصبِ وزارت مل گیا لہٰذا اس کے بل بوتے پر اس فرقہ نے اپنے نظریات کو بہت دور تک پھیلانے کی سعی کی۔ مگر کب تک؟ اسی عہد کے امام حدیث حضرت احمد بن الحسین البیہقیؒ اور امام ابوالقاسم عبدالکریم القشیریؒ نے نہایت قوت کے ساتھ اس فرقہ باطلہ کرامیہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ علمی میدان میں کرامیہ کے نظریات کو کاٹ کے رکھ دیا، اور امت کے ایک متفقہ موروثی عقیدہ کی حفاظت کی۔ ان اکابر نے امام ابوالحسن اشعریؒ کے عقائد کی وضاحت بھی کی اور ان پر لگائے گئے اتہامات کا منہ توڑ جواب بھی دیا کہ جس کی کرامیہ تاب نہ لا سکے۔ اور اپنی موت آپ مرگئے۔ یہ واقعہ پانچویں صدی ہجری کا ہے۔ اب بحمداللہ پندرہویں صدی میں امت رسول پہنچ چکی ہے۔ گویا تب سے اب تک قریباً نوصدیاں گزر چکیں۔ ان نوصدیوں میں امت کو اپنے فقہاء محدثین اور علماء سے یہی نظریہ دینی ملا کہ آپ ﷺ قبر مبارک میں جسدِ عنصری کے ساتھ فائز الحیات ہیں، اور یہ حیات برزخی ہے۔ امت کا کوئی ایک صحیح العقیدہ فرد، ان صدیوں میں نہیں گزرا جس نے کبھی کرامیہ کے نظریہ کو درست قرار دے کر امام بیہقیؒ اور امام قشیریؒ کا رد کیا ہو۔ اور اصحابِ رسول کے مقدس عہد سے لے کر آج تک، امت کا کوئی صحیح العقیدہ مفسر، فقیہہ، محدث، عالم ایسا نہیں گزرا، جو حضور علیہ السلام کی حیات فی القبر کو تسلیم نہ کرتا ہو۔ آج یکا یک اگر کوئی دوست یہ فرمائیں کہ ان چودہ صدیوں میں (معاذ اللہ) پوری امت مسلمہ گمراہی پر گامزن رہی ہے تو پھر حضور علیہ السلام کا اپنی امت کے متعلق فرمانا کہ میری امت گمراہی پر کبھی اکٹھی نہ ہوگی، کے کیا معنیٰ ہوں گے؟

نوصدیاں گزر گئیں کہ کرامیہ کے نظریات امت میں سر نہ اٹھا سکے مگر چودھویں صدی کے آخری نصف میں، غالباً ۱۳۷۷ھ (۱۹۵۸ء) کے قریب، ایک طبقہ اہلِ سنت والجماعت کے سٹیج سے شہرت پانے کے بعد، نظریاتی اعتبار سے کچھ آزاد خیالی کی راہ پر گامزن ہونے لگا اور لوگوں کو ''کھری توحید'' سناتے سناتے، توحید کا ہی کا علم اٹھا کر بعض عقائد میں کرامیہ کی راہ پر چل نکلا۔ کسی نے پیری مریدی کے تعلق کو استعمال کیا، کسی نے خطابت میں مقبولیت سے فائدہ اٹھایا اور دعویٰ کر دیا کہ ''چونکہ حضور علیہ

السلام وفات پا چکے ہیں، لہذا قبر شریف میں آپؐ جسد اطہر کے ساتھ فائز الحیات نہیں اور اسی باعث قبر شریف پر حاضر ہونے والوں کا درود وسلام آپ ﷺ سماعت نہیں فرماتے''۔اس دعویٰ پہ مستزاد، ان متوحدین کا یہ دعویٰ تھا کہ ان کا مسلکی تعلق علماء دیوبند سے ہے، جو اہلِ سنت والجماعت ہیں۔

قارئین کرام !اس طبقے کے دونوں دعوے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتے ۔البتہ ان کے پہلے دعوے کی شکل وصورت بہت کچھ، پانچویں صدی ہجری میں ظاہر ہونے والے فرقہ باطلہ کرامیہ ہی سے ملتی ہے کہ مثلاً (۱) وہ بھی حضور علیہ السلام کے جسد اطہر کے ساتھ قبر شریف میں فائز الحیات ہونے کے منکر تھے۔ جبکہ یہ آزاد خیال طبقہ بھی قبر شریف آپ کے ،جسدِ اطہر کے فائز الحیات ہونے کا انکاری ہے۔(۲) وہ بھی عوام میں اپنی مقبول برقرار رکھنے کے لئے اس وقت کے بڑے عالم امام ابوالحسن اشعریؒ کی طرف اپنے آپ کو اور اپنے نظریات کو منسوب کرتے تھے (جبکہ امام ابوالحسن اشعریؒ حیات فی القبر کے قائل تھے اور کرامیہ کے الزام سے پاک تھے) ادھر آزاد خیال طبقہ اپنے غلط نظریہ کی نسبت مسلک اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کی طرف کرتا ہے اور ان کو اپنا ہم نوا ثابت کرنے کے لئے ان اکابر کی مجمل عبارتیں اپنی تائید میں پیش کر کے دھوکہ اور فریب سے کام لیتا ہے جبکہ تمام اکابر علماء دیو بند اس عقیدۂ متوحدین سے برأت کا اعلان کر چکے ہیں۔

فرقہ باطلہ کرامیہ کے لوگ ،قبر شریف کی حیات کا انکار کر کے انعزال نبوت کے قائل تھے،لیکن یہ آزاد خیال طبقہ ابھی اس سیڑھی تک نہیں پہنچ سکا۔شاید یہ جانتے ہیں کہ اب اس نظریہ کو عوام میں کبھی پذیرائی نہیں ہو سکے گی (بفضلہٖ تعالیٰ) اور حضور علیہ السلام ہی کی نبوت کا پرچم قیامت تک لہراتا رہے گا۔

قارئین !اس طبقہ کے ترجمان افراد کا عمومی شیوہ یہ ہے کہ امتِ رسول (ﷺ) میں سے اگر کسی مفسر ،محدث یا امت کے کسی صاحب حوالہ عالم کا کوئی مجمل فرمان ،اگر ان کے اختراع کردہ نظریہ کے ساتھ کچھ مماثلت رکھتا ہوتو جھٹ قبول فرما کر سٹیج پر بیان کریں گے ،مگر اسی عالم ،محدث ،فقیہہ یا کسی بھی مفسر ،محدث اور فقیہہ کا قول ان کی مخالفت میں پیش کر دیا جائے تو فرماتے ہیں کہ ہمیں کسی کے قول کی ضرورت نہیں۔قرآن کی صریح آیات کے مقابلہ مین ان کی کیا حیثیت ہے؟ جب ان سے عرض کیا جائے کہ جناب وہی صریح آیات ہمیں بھی سناؤ کہ ہم ان سے راہنمائی حاصل کریں گے تو بلا تامل چند آیات پڑھ کر اپنی مرضی کی تشریح کرتے چلے جائیں گے۔اس پر عرض کی جاتی ہے کہ یہ آیات آج تو نازل نہیں ہوئیں۔آخر صحابہؓ سے لے کر آج تک ،تمام مفسرین ،تفسیریں کرتے آئیں۔کوئی ایک مفسر ایسا دکھاؤ ،جس نے اس آیت کے تحت اس کی یہ تفسیر کی ہو جو آپ کو سوجھی ،تو ان کا وہی ایک جواب ہوتا ہے کہ ہمیں قرآن کے مقابلہ میں کسی مفسر ،محدث کے قول کی ضرورت نہیں۔

اب ،بالفرض والمحال اگر یہ بات درست تسلیم کر لی جائے کہ تفسیر قرآن کے لئے احادیث وآثار کی کوئی قید نہیں ، بلکہ قرآن سے ''خود بخود'' جو کچھ بھی سمجھ آئے ،وہی ٹھیک ہے،تو تب پوری امت کے علماء ومفسرین ،محدثین وفقہاء کی بتلائی ہوئی تفسیر تو اقوال بزرگاں کہہ کر رد کر دی جائے گی۔لیکن سوال یہ ہے کہ جو معنیٰ ومفہوم اور اختراعی تفسیر آپ کر رہے ہیں ،اس کی کیا حیثیت ہے؟ اس کی سند کیا ہے؟ آپ کی اختراعی تفسیر مشکوٰۃ نبوی سے کتنی مستفید ہے؟ کتنے صحابہؓ وتابعینؒ اس کے مؤید ہیں؟ آخر ہم پوری امت

کے علماء کی تفسیروں کو کیوں چھوڑ دیں کہ جو واقعتاً قابل حجت ہیں، جنہوں نے ایک ایک آیت کی تفسیر حدیث رسولؐ وفرامین صحابہؓ وتابعینؒ سے مزین کی ہے۔ ہم آپ کی ذاتی اختراعی تفسیر وتشریح کو نہ مانیں تو آپ ہمیں رہبر کے روپ میں رہزن، خیر خواہ کے بھیس میں بداندیش کہیں، مگر آپ پوری امت کے علماء، محدثین، فقہاء کی بات صرف اقوال بزرگاں کہہ کر رد یں تو آپ شیخ القرآن اور شیخ التفسیر ٹھہریں۔ ایں چہ بوالعجبی است؟

قارئین محترم! اگر ایسے ہی ہر آدمی کو اپنی مرضی سے قرآن کے الفاظ کا ترجمہ یا تشریح کرنے کی اجازت ہوتی تو دین کب کا اپنے صحیح معنیٰ ومفہوم سے خالی ہو چکا ہوتا۔ مثال کے طور پر قادیانی فرقہ سے کبھی بات کریں، وہ کوشش کرے گا کہ گفتگو جس موضوع پر ہو، مگر ہو قرآن کے حوالہ سے اور بار بار کہے گا کہ ہم سب قرآن کو ہی فیصل مان لیں اور قرآن کے ہوتے ہوئے کسی کی اور چیز کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر اس کی یہ بات مان لی جائے تو وہ آپ کو اپنے موقف پر قرآن کی آیات پڑھ پڑھ کر سنائے گا کہ یہ دیکھو، یہ دیکھو۔ ترجمہ کرتا چلا جائے گا اور اپنی مرضی سے گول مول تشریح کرتا چلا جائے گا۔ الفاظ قرآن کے ہی ہوں گے، مگر ترجمہ اس کا اپنی مرضی سے ہوگا، اگر ترجمہ صحیح ہوگا، تو تشریح اس کی اپنی مرضی سے ہوگی۔

اس مرضی والے ''مرض'' کی تشخیص کیجئے تو پتا چلتا ہے کہ چونکہ یہ ''آزادی'' کا دور ہے، لہٰذا ہر آدمی چاہتا ہے کہ بجائے کسی کے تابع ہونے کے، اپنی مرضی سے جو چاہے، سو کرے۔ اور پھر یہ کہ اس کو پوچھنے والا کوئی نہ ہو۔ اس مزاج وطبیعت کے ساتھ ''تفسیر قرآن'' کا شغل اختیار فرمایا جائے تو نتیجہ آپ خود سوچ سکتے ہیں۔ یہ تو چونکہ قرآن کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور اسباب کے اعتبار سے امت کے علماء کو یہ خدمت سونپی جا چکی ہے تو بحمداللہ آج تک قرآن کے الفاظ ہی نہیں، اس کا ترجمہ وتفسیر بھی آج تک محفوظ ہے۔ ہر وہ شخص جو راہ مستقیم پر چلنے کا خواہاں ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ امت کے چودہ صدیوں کے علماء، محدثین ومفسرین کی متفقہ اور اجماعی تحقیقات کو اپنائے، کہ وہ قرآن وحدیث کے عین مطابق ہیں اور اسی میں سلامتی ہے۔ لیکن اگر کوئی اپنی مرضی سے ترجمہ وتشریح کی راہ پر گامزن ہے اور امت کے متفقہ، قرآنی فیصلوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے تو تب امت کے علماء اپنا فرض منصبی نبھاتے ہیں۔ اور امت کے افراد کو اس سے باخبر کر دیتے ہیں، تا کہ لوگ دھوکہ میں آ کر آخرت خراب نہ کر بیٹھیں کہ

ع....... لباس خضر میں رہزن ہزار پھرتے ہیں

امت کے مفسرین وعلماء نے جو قرآن وحدیث کو روشنی میں قرآن کی تفسیر کی ہے، اس کو اقوال بزرگاں کہہ کر رد کرنا اور اپنی مرضی کی تشریح کو منوانا اور اسے اصل دین باور کرانا، سراسر روح دین کے خلاف ہے۔ من مانی تفسیر کے داعی ان آزاد منش مفسروں کو اگر بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے، تو اللہ کی توحید کے نام پر اللہ تعالیٰ کی گستاخی ہوتی ہی نظر آئے گی اور قرآن کی معنوی تحریف نظر آئے گی۔ جس کی صرف ایک مثال پیش خدمت ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ ہیں: وقلیل من عبادی الشکور (پ۲۲) ''اور تھوڑے ہیں، میرے بندوں میں احسان ماننے والے'' مگر آزاد خیال گروپ کے ایک مرکزی لیڈر اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں...... ''کام کے آدمی، حلالی تھوڑے ہوتے ہیں، حرامی زیادہ ہوتے ہیں'' (بحوالہ ''خس کم جہاں پاک'' ص ۱۵۰)۔ یہ ترجمہ ایک ایسے صاحب کا کیا ہوا ہے، جو خیر سے ''شیخ التفسیر'' ہیں اور ہر سال دورۂ تفسیر پڑھاتے ہیں۔ (ماشاءاللہ، ہر جگہ ایسے ہی گل

کھلاتے ہوں گے)!اس طرزِ تفسیر کے پس منظر کو سمجھنے کے لئے آزاد خیال گروپ کے وکیل اور ترجمان خصوصی، محترم محمد الفضاد (مدیر ماہنامہ "نغمۂ توحید" گجرات) کا یہ جملہ نہایت مطلب خیز اور مفید ہے کہ "اللہ جزائے خیر عطا فرمائے ،حضرت مولانا حسین علی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد علماء کو جنہوں نے کھوٹے کھرے میں تمیز بیان کی" (بحوالہ "نغمۂ توحید" دسمبر ۲۰۰۰ء)۔وضاحت طلب امر یہ ہے کہ محترم محمد الفضاد کے ہاں کھوٹے کھرے سے کیا مراد ہے؟ان کے ممدوح علماء کی شناختی ،علامت اور امتیازی نشان تو فرقہ کرامیہ کی تقلید میں حیات النبی کا انکار ہی ہے۔لہٰذا یہ بات ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کے بارے میں امت کا یہ اجماعی عقیدہ کہ آپ کو قبر شریف میں حیات حاصل ہے اور آپ ﷺ کے روضہ مبارک پر پڑھا جانے والا درود وسلام آپ سماعت فرماتے ہیں، یہی محمد الفضاد صاحب کے نزدیک "کھوٹ" ہے۔اس وضاحت کے ساتھ کیا ہم محمد الفضاد صاحب سے سوال کر سکتے ہیں کہ امت میں یہ "کھوٹ" کب اور کیسے پیدا ہوا اور اس عقیدہ کے لوگ کب سے دین کے نام پر "لادینیت" کے فروغ کیلئے کوشاں ہیں اور کب سے رہبر کے روپ میں رہزنی اور خیر خواہ کے روپ میں بداندیشی کر رہے ہیں اور "جھوٹی اور من گھڑت" روایات کو قرآن کی صریح آیات کے مقابلہ میں پیش کرنے لگے ہیں، تا آں کہ مولانا حسین علی صاحب اور ان شاگرد علماء نے کھوٹے کھرے کی تمیز بیان کی۔ محترم الفضاد صاحب بالفاظ دیگر، اپنے دیرینہ خواجہ تاش احمد سعید چتروڑ گڑھی کی اس بات کی تائید کر رہے ہیں کہ "حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد جس شخص نے کھلم کھلا توحید سنائی وہ پیر عنایت اللہ شاہ بخاری ہے" (بحوالہ "خس کم جہاں پاک" ص ۱۲۹)۔اور یہ ہے ہمارے آزاد خیال دوستوں کی علمی وفکری ابتدا اور انتہا!

جیسے حیات النبی ﷺ امت کا اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے۔ایسے ہی عذاب قبر بھی امت کا متفقہ عقیدہ ہے اس تفصیل کے ساتھ کہ قبر و برزخ میں جسم و روح دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔ہاں البتہ پہلی صدی ہجری کے اواخر میں نمودار ہونے والے فرقہ معتزلہ کا تذکرہ کتب میں یوں ملتا ہے کہ جمہور معتزلہ عذاب قبر کے انکاری رہے ہیں۔اس عقیدہ کو بھی حیات النبی کے انکار کے ساتھ ساتھ فرقہ باطلہ کرامیہ نے اختیار کیا۔اور پھر ٹھیک نو سو سال بعد آزاد خیال گ... پ نے بھی یہ عقیدہ اختیار کر لیا کہ قبر میں عذاب نہیں ہوتا بلکہ ارواح کو ہی عذاب ہوتا ہے اور یہ کہ اصطلاح شریعت میں قبر "روح کے ٹھکانے" کو کہتے ہیں۔قارئین محترم!اب تک کی گفتگو میں جو کچھ آپ سے عرض کیا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "چودہ سو سال سے امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو انتقال فرمانے کے بعد برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے۔اور حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام آپ خود سماعت فرماتے ہیں اور یہ کہ عذاب قبر حق ہے اور قبر سے یہی ارضی قبر مراد ہے۔جو انسان کے وجود کا مستقر و مدفن ہے"۔... .... یہاں ہم چاہیں گے کہ قرآن وحدیث سے ہمارے اس دعویٰ کی کچھ توثیق ہو جائے اور یہ وضاحت بھی کہ اہلِ سنت والجماعت کے اس عقیدہ کو قرآن وحدیث کی مکمل تائید حاصل ہے۔مثلاً اہلِ سنت والجماعت کا مؤقف یہ ہے کہ جس جگہ میت کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے اور جہاں جسم انسان قرار پکڑتا ہے، وہی قبر ہے۔جبکہ آزاد خیال گروپ کا خیال ہے کہ ارواح کے مستقر کو قبر کہتے ہیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں، قرآن وحدیث کس کے مؤقف کی تائید کرتے ہیں۔اہل سنت والجماعت کی یا آزاد خیال گروپ کی

(۱)قتل الانسان ما اکفرہ o من ای شئ خلقہ o من نطفۃ o خلقہ فقدرہ ثم السبیل یسرہ o ثم اماتہ فاقبرہ o ثم اذا شاء انشرہ o

ترجمہ: ''ہلاک ہوجائے انسان، کیسا ناشکرا ہے، کس چیز سے اللہ نے اس کو پیدا کیا۔ایک قطرہ سے پیدا کیا، پھراندازہ پر رکھا، اس کو ۔پھراس کی (پیدائش کا) راستہ آسان کردیا، پھراس کو موت دی، پھراس کو قبر میں دفن کرایا، پھر جب چاہے گا (اللہ) اسے اٹھا کر کھڑا کردے گا۔''

قارئین محترم! ہم آزادخیال گروپ سے سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نطفہ سے کس کو پیدا کیا، جسم کو یا روح کو؟ یقیناً جسم کو! پھر پیدائش کا راستہ کس کے لئے آسان کیا؟ جسم کے لئے یا روح کے لئے؟ یقیناً جسم کے لئے! موت دی انسان کو، جسم کو یا روح کو؟ یقیناً جسم کو! پھرانسان کو قبر میں دفن کرایا۔جسم کو یا روح کو؟ یقیناً جسم کو! قیامت کے دن اسی جگہ سے اٹھایا جائے گا، جسم کو، روح؟ یقیناً جسم! تو یقیناً قرآن مجید جسم کے مدفن اور مستقر ہی کو قبر کہہ رہا ہے۔

(۲)قال اللہ تعالیٰ: افلا تعلم اذا بعثر مافی القبور

''کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا کہ جو (مردے) قبروں میں ہیں، وہ باہر نکالے جائیں گے''

جہاں سے قیامت کے دن مردے نکالے جائیں گے، اس کو قبر کہا گیا، اور جہاں سے نکالے جائیں گے یقیناً وہی انسان کے جسم کا مستقر تھا۔

(۳)قال اللہ تعالیٰ: ولا تصل علی احد منھم مات ابداً ولا تقم علی قبرہ

ترجمہ: ''اور اے پیغمبر! ان منافقوں میں سے کوئی مرجائے تو کبھی اس کے جنازے پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر (جاکر) کھڑے ہونا''۔

اس آیت میں بھی اسی کو قبر کہا جارہا ہے، جس میں منافق کو دفن کیا گیا اور اسی سے منع کیا جارہا ہے، کہ آئندہ کسی منافق کی قبر پر کھڑے نہ ہونا۔یعنی......... قبر پر کھڑے ہوکر دعا نہ مانگنا!

قارئین محترم! آپ قرآن مجید میں جہاں کہیں ''قبر'' کا لفظ پائیں گے، اس کا یہی معنیٰ ہوگا کہ جو انسان کے جسم کا مدفن ہے یا جہاں انسان کا جسم موجود ہے۔آج تک کسی مفسر نے اس کے علاوہ ''قبر'' کا کوئی معنیٰ نہیں لکھا۔گویا، بالیقیں........ قبر جسم کے قرار پکڑنے کی جگہ یا مدفن کو کہتے ہیں یا ارواح کے مستقر کو۔جب اس بات کو ذخیرہ احادیث سے معلوم کیا گیا تو ہمیں نہایت ہی اطمینان نصیب ہوا کہ بحمد اللہ اہلِ سنت والجماعت کا مؤقف بالکل حدیث رسول کے عین مطابق ہے کہ قبر وہی ہے، جہاں انسان کا جسم مرنے کے بعد قرار پکڑتا ہے اور دفن کیا جاتا ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ جیسے ہمیں دلی اطمینان ہوا، قارئین کے سامنے چند ارشادات وفرامین رسول علیہ السلام پیش کردیئے جائیں تاکہ وہ بھی اس پر مطمئن رہیں کہ ہم سب جو اہل سنت والجماعت ہیں، ہمارا راستہ بالکل وہی ہے، جسے قرآن وحدیث کی روشنی حاصل ہے۔ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

(۱) ان العبد اذا وضع فی قبرہ ('' کہ جب میت قبر میں اتاری جائے .... '') (مسلم، ج۲، ص ۳۸۶)

قارئین!! اسی قبر ارضی میں بندہ مرنے کے بعد اتارا جاتا ہے، سب موجود لوگ دیکھ رہے ہوتے ۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: قاتل اللہ الیھود اتخذو اقبور انبیاء ھم مساجداً (بخاری، ج۱، ص ۶۲)

'' برباد کرے اللہ تعالیٰ یہود کو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا''

ظاہر ہے اسی زمین پر بنی ہوئی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا گیا تھا۔ اسی عمل پر اللہ تعالیٰ کے رسول غضب ناک ہوئے اور بددعا دی۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فذوروھا (ابن ماجہ ص ۱۱۲)

'' میں تمہیں (پہلے) قبروں پر جانے سے روکا کرتا تھا، اب کے بعد اجازت ہے، تم انہیں دیکھنے جایا کرو''

(۴) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کان النبی ﷺ اذا دخل المیت القبر قال بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ '' کہ جب کسی میت کو نبی علیہ السلام قبر میں داخل کرتے تو کہتے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ''

ظاہر ہے اسی زمینی قبر میں ہی میت کو داخل کیا جاتا ہے اور رکھا جاتا ہے۔

(۵) حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں: لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور و المتخذین علیھا المساجد و السرج (ابوداؤد، ج۲، ص ۴۶۱)

'' قبروں پر گھومنے والی عورتوں اور وہاں جائے عبادت بنانے والے مرد اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے''۔

ظاہر ہے انہیں زمین پر بنی ہوئی قبروں پر گھومنے والی عورتوں، اور انہی قبور کو عبادت گاہ بنانے والوں اور انہی قبور پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی جارہی ہے''

(۶) حضور علیہ السلام نے فرمایا: لا تجلسوا علی القبور و لا تصلو الیھا (ابوداؤد، ج۲، ص ۴۶۰)

'' نہ بیٹھا کرو، قبروں پر اور نہ ان کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھا کرو''۔

ظاہر ہے انسان کو اسی ارضی قبر پر بیٹھنے سے روکا گیا اور اسی ارضی قبر کی طرف منہ کرکے منہ نماز پڑھنے سے بھی روکا گیا۔

اگر آزاد خیال گروپ کے مطابق قبر ارواح کے مستقر کا نام ہے تو پھر مسئلہ صاف ہے۔ چاہے سامنے قبر ہی کیوں نہ ہو، سجدہ کرتے رہو اور وہ تمام مسائل ٹھپ ہوکر رہ جائیں گے کہ کسی قبر کو سجدہ کرنا شرک ہے، پھر تو معاذ اللہ جو کچھ قبور پر چاہو کرو، کھلی چھٹی ہے۔ یہ چند احادیث تو صرف اس لئے قارئین کے سامنے پیش کی گئیں تاکہ ہم سب کے لئے دلی اطمینان کا سبب بنیں ورنہ اس عنوان پر تو کئی ایک احادیث مزید بھی پیش کی جاسکتی ہیں کہ جن سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ قبر اسی زمینی قبر کو کہتے ہیں، جس میں انسان کو مرنے کے بعد دفن کیا جاتا ہے، یا جہاں انسان کا جسم مرنے کے بعد قرار پکڑتا ہے۔

قارئین محترم! حضور علیہ السلام سے قرآن کو براہ راست سمجھنے والے اور حدیث رسول کو براہ راست سننے والے اصحابِ رسول علیہم الرضوان ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اصحابِ رسول علیہم الرضوان قبر سے یہی ارضی قبر مراد لیتے ہیں، جس کو قرآن و حدیث نے قبر کہا یا ''ارواح کے مستقر'' کو۔ جماعتِ اصحابِ رسول تو وہ پاک جماعت ہے، جس کی مثال پوری کائنات میں نہیں ملتی۔ وہ تو تھے ہی قرآن و حدیث پر قربان ہونے والے۔ اتباع رسول ہی ان کی اساس تھی، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرآن تو اسی ارضی قبر کو قبر کہے، حدیث رسول تو اسی ارضی قبر کو قبر کہے، مگر اصحابِ رسول اسکے خلاف کسی اور معنی کے اعتبار سے قبر کو قبر کہیں۔ لیجئے! ملاحظہ فرمایئے!

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

ان رسول الله ﷺ ادخل رجلا قبره ليلا واسرج في قبره (ابن ماجہ، ص۱۰۹)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو رات کے وقت قبر میں اتارا اور اس کی قبر میں روشنی کی''۔

ظاہر ہے اسی زمینی قبر میں اتارا اور اسی میں روشنی کی۔ سیدنا ابن عباس بھی اسی کو قبر رہے ہیں، جس میں حضور علیہ السلام نے کسی آدمی (میت) کو اتارا۔

(۲) حضرت بریدہ نے وصیت کی کہ میری قبر پر دو ٹہنیاں کھجور کی گاڑ دینا، جس کو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب بخاری میں نقل فرمایا۔ الفاظ یہ ہیں۔

واوصى بريدة الاسلمى ان يجعل في قبره جريدان (بخاری، ج۱، ۱۸۱)

''حضرت بریدہ نے وصیت کی کہ میری قبر کھجور کی دو ٹہنیاں رکھ دینا''

ظاہر ہے اسی ارضی قبر پر ٹہنیاں گاڑ دینے کی وصیت فرمائی، جس میں آپ کے جسم وک دفن کیا گیا۔

(۳) حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی مجھے دفن کرنے کے بعد جب مٹی قبر پر ڈال چکو.......

ثم اقيموا حول قبرى قدر ماتنحرو جذو رو يقسم لحمها حتى استانس بكم و انظر ماذا راجع به رسل ربى (مسلم، ج۱، ص۷۶)

''پھر تم میری قبر کے گرد ٹھہر جانا، اتنا وقت کہ اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو جائے۔ میں تم سے (اس دوران) مانوس رہوں گا اور جان لوں گا کہ اپنے رب کے بھیجے ہوؤں (فرشتوں) کو کیا جواب دوں''

حضرت عمر بن العاصؓ نے جو وصیت فرمائی، وہ اسی ارضی قبر متعلق ہی تھی کہ اسی قبر کے گرد ٹھہرنا۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا:

القبر القبر .... یہ سامنے قبر ہے، قبر (بخاری، ج۱، ۶۱)

قارئین محترم! آپ پڑھ چکے کہ قرآن و حدیث اور ارشادات اصحابِ رسولؐ میں قبر کا لفظ اسی زمینی قبر پر بولا گیا اور اہل سنت والجماعت کا مؤقف بھی بحمد اللہ یہی ہے کہ قبر سے مراد یہی ارضی قبر ہے۔ جو ہم نے دعویٰ ابتداء میں پیش کیا تھا، اس کو قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ کرامؓ سے مزین کر کے آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ کیا آزاد خیال گروپ بھی اپنے مؤقف کہ ''قبر ارواح کے

مستقر کا نام ہے'' کو قرآن وحدیث سے ثابت کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین

قارئین محترم! جب اس بات کی وضاحت آپ کے سامنے چکی کہ قرآن وحدیث کی زبان میں خبر سے یہی ارضی قبر ہے ،تو اب اس کے بعد عذاب قبر کا سمجھنا بالکل آسان ہو جائے گا۔ اس میں اہل سنت والجماعت کا مؤقف یہ ہے کہ قبر و برزخ میں ثواب وعذاب جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔ اب ہم اہل سنت والجماعت کے مؤقف کے حق میں کتاب اللہ کی تائید اور روشنی پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ولو تریٰ اذ یتوفی الذین کفروا الملٰئکۃ یضربون وجوھھم و ادبارھم و ذوقوا عذاب الحریق. (پ۱۰ سورت انفال آیت ۵۰)

(ترجمہ) ''اور اگر تو دیکھے جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے، مارتے ہیں ان کے منہ پر، اور انکے پیچھے، اور کہتے ہیں چکھو عذاب جلنے کا!''

اس آیت کے تحت مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں........ جب کوئی کافر مرتا ہے تو فرشتہ موت اس کی روح قبض کرنے کے وقت اس کے چہرہ اور پشت پر مارتا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ آگ کے کوڑے اور لوہے کے گرز ان کے ہاتھ میں ہوتے ہیں، جن سے وہ مرنے والے کافر کو مارتے ہیں، مگر چونکہ اس عذاب کا تعلق اس عالم عناصر سے نہیں، بلکہ عالم قبر سے ہے، جس کو برزخ کہا جاتا ہے۔ اس لئے یہ عذاب عام طور پر آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا۔ (معارف القرآن، ج ۴، ص ۲۶۱)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم (پ ۱۱، سورۃ توبہ، آیت ۱۰۱

''ہم ان کو عذاب دیں گے دو بار، پھر وہ لوٹائے جائیں گے بڑے عذاب کی طرف''

اس آیت کے تحت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں .... اس آیت میں ایسے شدید منافقین پر آخرت سے پہلے ہی دو عذاب ہونے کا ذکر آیا ہے۔ ایک دنیا میں کہ ہر وقت اپنے نفاق کو چھپانے کی فکر اور ظاہر ہونے کے خوف میں مبتلا رہتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں سے انتہائی بغض وعداوت رکھنے کے باوجود ظاہر میں انکی تعظیم وتکریم اور ان کے اتباع پر مجبور ہونا بھی کچھ کم عذاب نہیں اور دوسرا عذاب قبر و برزخ کا عذاب ہے جو قیامت و آخرت پہلے ہی ان کو پہنچے گا۔ (معارف القرآن جلد ۴ ص ۴۵۱)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: مما خطیئٰتھم اغرقوا فادخلوا ناراً فلم یجدوا لھم من دون اللہ انصاراً. (پ ۲۹، سورۃ نوح، آیت ۲۵)

ترجمہ: ''کچھ وہ اپنے گناہوں سے ڈبوئے گئے، پھر ڈالے گئے آگ میں، پھر نہ پائے اپنے واسطے انہوں نے اللہ کے سوا کوئی مددگار''

اس آیت کے تحت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں .... یعنی یہ لوگ اپنی خطاؤں، کفر وشرک کی وجہ سے پانی میں غرق کئے گئے تو آگ میں داخل ہو گئے یہ متضاد عذاب کہ ڈوبے پانی میں اور نکلے آگ میں۔ حق تعالیٰ کی قدرت سے کیا بعید ہے اور ظاہر ہے کہ یہاں جہنم کی آگ مراد نہیں کیونکہ اس میں داخلہ تو قیامت کے حساب وکتاب کے بعد ہوگا۔ یہ برزخ آگ ہے جس میں داخل ہونے کی قرآن کریم نے خبر دی ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عالم برزخ یعنی قبر میں رہنے کے زمانے میں بھی مردوں پر عذاب

ہوگا۔اس سے ظاہر ہے کہ جب قبر میں بدعمل کو عذاب ہوگا تو نیک عمل والوں کو ثواب اور نعمت بھی ملے گی۔(معارف القرآن، جلد ۸،ص ۵٦۷)

قارئینِ محترم! یہ تین آیاتِ مقدسہ آپ کے سامنے پیش کر دی گئیں۔ ویسے ماننے والے کیلئے تو ایک آیت ہی کافی ہے جبکہ انکے علاوہ بھی کئی آیاتِ قرآنیہ ہیں جن سے عذابِ قبر کا ثبوت ملتا ہے مگر ہم طوالت سے بچنے کے لئے انہی تین آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔

قارئین کرام! آپ پڑھ چکے ہیں کہ اہلِ سنت والجماعت کا مؤقف کہ ''عذابِ قبر حق ہے'' کو قرآن کی تائید حاصل ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ چند ارشاداتِ رسول علیہ السلام بھی اس عنوان پر آپ کی خدمت میں پیش کر دیں، جس سے واضح ہو کہ واقعی ارضی قبر میں عذاب ہوتا ہے۔(اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر)

(۱)بینما النبی ﷺ فی حائط لبنی النجار علیٰ بغلة له' و نحن معه اذحارت به فكادت تلقيه واذا اقبر ستة او خمسة او اربعة فقال من يعرف اصحاب هذه الاقبر فقال رجل قال فمتى مات هؤلاء قال ماتو افى الاشراك فقال ان هذه تبتلى فى قبورها فلولا ان لا تدافنو ا لدعوت الله ان يسمعكم من عذاب القبر۔ (مسلم، ج ۲،ص ۳۸٦)

ترجمہ:حضور علیہ السلام ایک خچر پر سوار ہو کر ایک باغ بنی نجار سے گزر رہے تھے اور ہم آپ کے ساتھ تھے کہ(آپ کی سواری کا) خچر یکا یک بدکا، قریب تھا کہ وہ حضور ﷺ کو اتار ڈالتا۔ وہاں چار، پانچ یا چھ قبریں تھیں۔آپ نے پوچھا کوئی ان قبروں والوں کو جانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ میں جانتا ہوں۔آپ نے فرمایا یہ کب کے لوگ ہیں؟ اس نے کہا دورِ شرک کے؟ آپ نے فرمایا یہ لوگ اپنی قبروں میں ابتلاء میں گھرے ہیں۔یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں خدا سے دعاء کرتا کہ وہ یہ عذاب قبر تمہیں بھی سنا دے، جو میں سن رہا ہوں''۔

قارئین محترم! بنی نجار کا باغ یقیناً اسی زمین پر تھا اور اسی زمین پر ہی حضور علیہ السلام خچر پر سوار ہو کر باغ سے گزرے اور صحابہؓ آپ کے ساتھ تھے کہ آپ کی سواری کا خچر بدکا۔صحابہؓ کہتے ہیں اتنا بدکا کہ قریب تھا کہ وہ حضور ﷺ کو گرا دے، اور وہاں چھ پانچ یا چار قبریں تھیں۔کہاں؟ باغ میں۔اور باغ کہاں تھا؟ اسی زمین پر! آپ ﷺ کا فرمانا کہ اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں خدا سے دعاء کرتا کہ وہ یہ عذابِ قبر تمہیں بھی سنا دے، جو میں سن رہا ہوں۔یقیناً انہی زمین پر بنی قبروں میں عذاب کے ہونے کے متعلق آپ فرما رہے ہیں۔

(۲)عن انس عن النبی ﷺ : العبد اذا وضع فی قبره و تولیٰ وذهب اصحابه حتى انه يسمع قرع نعالهم انا ه ملكان فاقعداه فيقولا ن له ....واما الكافر و المنافق ....فيقال له لادريت ولا تليت ثم يضرب بمطرقة من جديد ضربة بين اذنيه فيصيح صيحة يسمعها من يليه الا الثقلين۔(بخاری، ج ۱،ص ۱۷۸)

ترجمہ:''حضور ﷺ نے فرمایا بندے(میت) کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اسے چھوڑ کر آتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔اسے بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں، جو منافق اور کافر ہوتا ہے، اسے

کہتے ہیں نہ تو نے بات خود سمجھی نہ کسی دوسرے سمجھنے والے کے پیچھے چلا۔ پھر اسے لوہے کے ہتھوڑوں سے کانوں کے درمیان مارتے ہیں (جس سے وہ بندہ) چیختا ہے۔ ایسی چیخ کہ اسے پاس والے سنتے ہیں، انسانوں اور جنات کے علاوہ۔''

قارئین محترم! بات واضح اور صاف ہے کہ بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اسے اس کے ساتھی چھوڑ کر آجاتے ہیں۔ اب اس میں کون سی بات مشکل ہے، جو کسی کے سمجھ میں نہ آ سکتی ہو اور اس کی وضاحت کی جائے۔ ظاہر ہے بندہ کو اسی قبر میں اس کے ساتھی چھوڑ کر واپس آ رہے ہوتے ہیں اور مردہ ابھی اسی قبر میں سے ہی واپس لوٹنے والوں کے جوتوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال و جواب کرتے ہیں۔ اگر منافق یا کافر ہے تو صحیح جواب نہ دے سکنے کی وجہ سے اس کو فرشتے لوہے کے ہتھوڑوں سے مارتے ہیں۔ جس سے وہ چیختا ہے کہ انسانوں اور جنات کے علاوہ قریب کی تمام مخلوق اس کے چیخنے چلانے کو سنتی ہے۔ اگر سوال و جواب سے لے کر ہتھوڑوں کی مار تک کا سارا واقعہ اس ارضی قبر کا نہیں تو

العبد اذا وضع فی قبره وتولی و ذهب اصحابه

کا کیا معنیٰ ہے۔ بات ہو رہی ہے اسی قبر کی، اسی قبر میں بندے کو رکھا جاتا ہے اور اسی قبر میں رکھ کر اس کے ورثا واپس ہو رہے ہیں۔ اور آخر میں پیغمبر کا یہ فرمانا یسمعها من یلیه الا الثقلین کو جنات اور انسانوں کے علاوہ قریب کی تمام مخلوق اس کی سنتی ہے، کا کیا معنیٰ ہے؟

(۳) مر النبی ﷺ بقبرین فقال انهما لیعذبان و ما یعذبان فی کبیر اما احدهما فکان لا یستتر من البول و اما الاخر فکان یمشی بالنمیمة ثم اخذ جریدة رطبة فشقها نصفین فغرز فی کل قبر واحدة قالوا یا رسول الله لم فعلت هذا قال لعله یخفف عنهما مالم ییبسا (بخاری، ج۱، ص۳۵)

ترجمہ: ''آنحضرت ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ آپ نے بتایا کہ ان دو کو عذاب ہو رہا ہے اور وہ کسی بڑے گناہ پر نہیں، ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے بچاؤ نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھانے کا رسیا تھا، پھر آپ نے کھجور کی سبز ٹہنی لی اور اس کو دو حصوں میں کاٹا اور دونوں ٹکڑے ایک ایک قبر پر گاڑ دیئے۔ صحابہؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا امید ہے، جب تک یہ ٹہنیاں سبز رہیں گی، ان سے عذاب ہلکا رہے گا۔''

قارئین محترم! اس حدیث میں بھی حضور علیہ السلام نے انہیں قبروں میں عذاب کی اطلاع دی ہے اور ان کے عذاب کی تخفیف کی امید پر ان پر کھجور کی سبز ٹہنیاں رکھوائیں۔ اگر انہی زمین پر بنائی گئی قبروں میں عذاب نہیں تو پھر کھجور کی سبز ٹہنیوں کو اس ''مٹی کے ڈھیر'' پر رکھنے کا کیا فائدہ؟ کیا (معاذ اللہ) ایک نبی و رسول، وہ بھی محمد رسول ﷺ، لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں! واقعی آپ علیہ السلام زمینی قبروں کے پاس سے گزرے، انہی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا کہ آپ نے سبز شاخیں قبروں پر رکھیں کہ عذاب میں تخفیف ہو۔

قارئین محترم! ہم نے آپ کے سامنے قدرے تفصیل سے اپنا مؤقف پیش کر دیا کہ ''قبر سے وہی جگہ مراد ہے جہاں

ں انسان کا جسم دفن کیا جاتا ہے یا جہاں انسان کا جسم قرار پکڑتا ہے اور اسی قبر میں عذاب ہوتا ہے"۔ اس مؤقف کو قرآن و حدیث کی جو روشنی حاصل ہے، اس کے لئے آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ بھی پیش کر دیں کہ قارئین کے لئے اس مسئلہ کے سمجھنے میں کوئی پریشانی نہ رہے بلکہ اطمینان کا سامان ہو اور اہل سنت والجماعت کے مؤقف و مسلک پر دلجمعی نصیب ہو۔

محترم محمد الفصاد صاحب مجلّہ "نغمۂ توحید" (دسمبر ۲۰۰۰ء، ص ۳۵) میں فرماتے ہیں "اگر قبر میں جزا سزا ہوتی ہے تو فرعون عذاب سے بچا ہوگا کیونکہ اس کی قبر گڑھے والی زمین کے اندر نہیں بنی اس کے علاوہ کسی ہندو کو بھی سزا نہیں ملے گی کیونکہ ان کے جسموں کو جلا دیا جاتا ہے اور انکی راکھ پانی میں بہادی جاتی ہے"...... افسوس، آں محترم کی یہ بات سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ محسوس ہوتا ہے وہ صرف سنی سنائی باتوں پر اپنے موقف کی عمارت بنا چکے ہیں۔ کیا ہم محترم محمد الفصاد صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ ...... (۱)۔ فرعون کی قبر کے عرفاً زمین میں نہ بنائے جانے کو چودہ صدیوں میں کسی صحیح العقیدہ مفسر محدث عالم نے عذابِ قبر کے نہ ہونے پر دلیل بنایا؟ کوئی حوالہ ہو تو پیش کیا جائے (۲)۔ کیا فرعون کا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے دور کا نہیں اور یقیناً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دورِ نبوت ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دورِ نبوت سے پہلی کا ہے لیکن نبی ﷺ نے کہیں نہیں فرمایا کہ چونکہ فرعون ارضی قبر میں نہیں دفن کیا گیا اس لئے عذابِ قبر نہیں بلکہ آپ نے یہی فرمایا کہ عذاب القبر حق۔

(۳) کیا فرعون کا وجود زمین پر ہے یا کہیں اور؟

(۴) محترم محمد الفصاد صاحب جو اپنے دوستوں کے بارے میں دعویٰ ہے کہ وہ اپنا دعویٰ اور دلیل کتاب اللہ سے پیش کرتے ہیں "("نغمۂ توحید" دسمبر ۲۰۰۰ء)۔ اس لئے انہیں چاہیے تھا کہ وہ قرآن کی آیت پیش کر دیتے، جس کا مفہوم ہوتا کہ فرعون عرفاً قبر میں دفن نہیں ہوا، اس لئے عذاب قبر نہیں ہے۔ یا صحاح ستہ کی کوئی حدیث پیش کر دیتے، مگر ان کے پاس سوائے اٹکل پچو، نہ کچھ تھا، نہ کچھ ہے۔ اس کی ایک مثال، ذاتی حوالے سے عرض کروں گا۔ زمانہ طالب علمی میں راقم نے حضرت سید عطاء المحسن بخاری علیہ الرحمتہ سے عرض کیا کہ ملتان کے قریب ایک گاؤں میں ایک بہت بڑا عالم رہتا ہے، وہ وفات مسیح علیہ السلام کا قائل ہے اور کئی ایک دلائل پیش کرتا ہے بلکہ اپنی تقریر و تحریر میں علماء کو چیلنج کرتا ہے، کہ کوئی ہے تو آئے، مگر اس کے بقول آج تک اس کو کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اس پر شاہ جیؒ مسکرائے اور فرمایا جتنے فتنے "نئے" محسوس ہو رہے ہیں، ان کے پاس نئی چیز کوئی نہیں ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی وفات مسیح علیہ السلام پر یہی دلائل پیش کرتا تھا اور علماء امت نے اس کے منہ توڑ جواب دیئے۔ جو دلائل وہ عالم اب پیش کرتا ہے، ان کے جوابات موجود ہیں۔ وہ کوئی نئی بات کرتا تو علماء کی طرف سے ان کے جوابات پیش کرنے کی بات ہوتی، نئی بات کوئی ہے ہی نہیں، علماء یونہی اس کے جواب دیتے چلیں جائیں؟

آزاد خیال گروپ کے رہنما محترم محمد الفصاد صاحب کا کہنا کہ "کسی ہندو کو سزا نہیں ملے گی، کیونکہ ان کے جسموں کو جلا دیا جاتا ہے اور ان کی راکھ پانی میں بہادی جاتی ہے" کوئی نئی بات نہیں۔ یہ سوال صدیوں پہلے باطل فرقوں کی طرف سے اہل سنت والجماعت پر کیا گیا تھا۔ گو کہ الفاظ ان کے قدرے مختلف تھے، مگر مفہوم یہی تھا۔ محترم محمد الفصاد صاحب کی طرف سے یہ سوال پڑھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں مگر جو کچھ اگل رہے ہیں، اسکا تعلق تو اہل سنت سے نہیں

ہے۔کہیں ایسا تو نہیں کہ محترم محمد الفصاد صاحب کو کسی نے غلط راہ پر لگا دیا ہو اور محترم اپنے اندھے اعتماد کے باعث لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہوں؟ جب آدمی اپنا صحیح راستہ چھوڑ دے تو پھر غیروں کے ساتھ کھڑا تو ہونا پڑتا ہے۔آزاد خیال گروپ کے محمد الفصاد صاحب اندازہ ہی نہ کر سکے کہ یہ سوال دہرا کر وہ کس طبقہ کی ترجمانی کر رہے ہیں؟ انہیں اس کی پروا نہیں تو ہمیں بھی چنداں اس کی فکر نہیں، جو جہاں چاہے، جس کے ساتھ کھڑا ہو، البتہ ہمارا تعلق بحمد اللہ اہل سنت والجماعت سے ہے۔اس لئے ہم محترم محمد الفصاد صاحب کی خدمت میں وہی جواب پیش کرتے ہیں

جو اہل سنت والجماعت کے اکابر علماء باطل فرقوں کے اس قسم کے سوالوں کے جواب میں پیش کرتے تھے، یہ صرف جواب نہیں ہے بلکہ اللہ کے آخری پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے، جو راہ ہدایت ہے اور محترم الفصاد صاحب کی خدمت میں اس سے بڑا ہدیہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔امید ہے کہ وہ بطیبِ خاطر اسے قبول فرمائیں گے۔حضور علیہ السلام کا ارشاد بھی یہی ہے کہ..... ''تہادوا تحابوا'' (باہم ہدیے دو اور محبت بڑھاؤ)!اب حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں کہ:

عن ابی ہریرہ عن النبی ﷺ قال کان رجل یسرف علی نفسه فلما حضره الموت قال لبنیه اذا انا مت فاحرو قونی ثم اطحنونی ثم ذرونی فی الریح فوا لله لئن قدرالله علی لیعذ بنی عذاباً ما عذبه احداً فلمامات فعل به ذالک فامر الله تعالیٰ الارض فقال اجمعی ما فیک منه ففعلت فاذا هو قائم قال ما حملک علی ما صنعت قال مخافتک یا رب فغفر له۔(بخاری،ج۱،ص۴۹۵)

ترجمہ:''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:''ایک شخص نے گناہوں کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی تھی۔جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے بیٹوں سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تم مجھے جلا کر میری راکھ کو خوب پیس کر ہوا میں اڑا دینا۔بخدا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگی کی تو مجھے وہ ایسی سزا دے گا جو اور کسی کو اس نے نہیں دی۔جب اس کی وفات ہوئی تو اس سے یہی کارروائی کی گئی۔اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے تمام ذرات کو جمع کر دے۔سو اس (زمین) نے ایسا ہی کیا۔جب وہ جمع کر دیا گیا۔تو وہ آدمی تھا، جو کھڑا کر دیا گیا۔تو (اللہ نے) فرمایا کہ یہ کارروائی تو نے کیوں کی؟ اس نے کہا تیرے ڈر سے، اے میرے پروردگار۔سو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا''۔

قارئین محترم!اس حدیث کو بار بار پڑھیں اور محترم محمد الفصاد صاحب خصوصاً پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ کیا اللہ تعالیٰ کو اب بھی طاقت اور قدرت ہے کہ ذرات کو جمع کر دے؟ ہمارا تو ایمان تھا اور ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرتِ کاملہ ہے اور اب بھی وہ ذرات کو جمع کر سکتا ہے اور اپنے قانون کے مطابق سوال و جواب کے مراحل سے گزار سکتا ہے۔ہاں جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ تسلیم نہ کرتے ہوں یا اسے (معاذ اللہ) محدود تسلیم کرتے ہوں تو ان کے نزدیک یہ یقیناً مشکل امر ہے کہ کیسے راکھ کے ذرات کو جمع کیا جا سکتا ہے؟ معلوم نہیں، محترم محمد الفصاد صاحب اس بارے کیا مؤقف رکھتے ہیں۔اگر آں محترم، اسے ضد و عناد اور اَنا کا مسئلہ نہ بنائیں، تو حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کی روشنی میں ان کے پیش کردہ انکل پچو کی کیا حیثیت ہے؟ یقیناً حضور علیہ السلام کی بات

ماننے میں ہی سلامتی ہے۔ یہ فیصلہ تو محترم محمد الفصاد صاحب کو کرنا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی بات مان کر سرِ خم کرتے ہیں یا اپنی پسندیدہ اور باطل فرقوں کی تراشیدہ بات مانتے ہیں۔ اور پھر محترم محمد الفصاد صاحب قرآن کریم کی اس آیت الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا امواتا (پ۲۹، سورۃ مرسلات) کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''کیا ہم نے نہیں بنائی زمین، سمیٹنے والی زندوں کو اور مردوں کو''۔ اس کے تحت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ''زمین کو حق تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ زندہ انسان اس کی پیٹھ پر سوار ہیں اور مردے سب اس کے پیٹ میں ہیں۔ سمجھ مقصود ہو تو اتنی بات ہی کافی ہے........ نیز۔ منها خلقنكم و فيها لغير كم و منها نخرجكم نارة اخرىٰ۔ (پ۱۶، سورۃ طہٰ، آیت ۵۵)

کہ ''اسی زمین سے ہم نے تم کو بنایا اور اسی میں پھر (موت کے بعد) پہنچا دیتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے، تم کو دوسری بار'' کا کیا معنیٰ ہے؟ کیا قیامت کے دن کوئی شخص زمین کے بغیر کسی اور جگہ سے بھی اٹھایا جائے گا؟ نہیں، یقیناً نہیں۔ باقی رہا

محترم محمد الفصاد صاحب کا کہنا کہ ان کے مؤقف کو سمجھنے کے لئے قرآن کریم کی آیت النار یعرضون علیها غدوا وعشیا ((یعنی) آتش (جہنم) کہ صبح و شام اس کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔) (پ۲۴، سورۃ مؤمن، آیت ۴۶) کی مختلف تفسیریں دیکھ لی جائیں۔ اور ان کے تحت محمد الفصاد صاحب نے تفسیر ابن کثیر اور ابن جریر کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد گرامی ذکر کیا کہ ''آلِ فرعون کی ارواح کو سیاہ رنگ کے قالبوں میں صبح و شام جہنم میں پیش کیا جاتا ہے'' اب چونکہ محمد الفصاد صاحب کا مؤقف یہ ہے کہ ''ارواح ہی کو عذاب ہوتا ہے، جسم کا اس سے کوئی تعلق نہیں''۔ تو ان کے خیال میں سیدنا ابن مسعودؓ کا یہ ارشاد، اس مؤقف کی تائید میں ایک واضح دلیل ہے۔

کسی کا نیک مشورہ نہ ماننا بھی انسان کی کم نصیبی ہے۔ اس لئے ہم نے کوشش کی کہ تفسیر ابن کثیر اور تفسیر ابن جریر بھی دیکھ لی جائے۔ ابن جریر تو ہمیں فوری طور میسر نہیں ہو سکی، اس کو بھی ضرور دیکھیں گے اور اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ (کہ اس کے دیکھنے پڑھنے کا جہاں ہمیں ثواب ملے گا، وہاں محترم محمد الفصاد صاحب کو بھی مشورہ دینے کا ضرور ثواب ہوگا) البتہ تفسیر ابن کثیر ہمیں میسر آ گئی اور محترم محمد الفصاد کے مشورہ پر آیت النار یعرضون علیها غدوا وعشیا نکال لی۔ اس آیت کے تحت پوری تفسیر کو پڑھ گئے۔ اب ہم حیران ہوئے اور سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ اس لئے نہیں کہ وہ تفسیر اہل سنت الجماعت کے مخالف تھی بلکہ اس لئے کہ کیسے کیسے لوگ ہیں، جو عوام کی راہنمائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ تفسیر ابنِ کثیر کے نام پر عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

معاً ہمیں ایک قصہ یاد آ گیا۔ کہتے ہیں یہودی، حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت ہمارے ایک مرد اور عورت نے زنا کیا ہے، تو آپ کا اس بارے کیا فرمان ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا تم اپنی کتاب تورات میں اس بارے کیا پاتے ہو؟ کہنے لگے کوڑوں کا حکم۔ مگر حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو یہود کے بڑے عالم تھے اور مسلمان ہو چکے تھے، انہوں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو، تورات میں تو سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ بالآخر کتاب لائی گئی، اسے کھولا گیا تو پڑھنے والے نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور اس سے پہلے اور بعد کی عبارت پڑھنے لگا، جس پر حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے کہا، اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو نیچے آیت رجم تھی، کہ سنگسار کردو۔ اب معاملہ تو محترم محمد الفصاد صاحب کا بھی یہی ہے کہ حوالہ دے دیا۔ النار یعرضون کے تحت

تفسیر ابن کثیر کا مگر ساری تفسیر پر ہاتھ رکھ کر صرف اپنی مقصد کی بات ''ارشاد عبداللہ بن مسعودؓ'' ذکر کر دیا۔ ہم کسی کو کچھ کہنے اور طعنہ دینے کے حق میں نہیں ہیں، کہ اللہ کریم کو طعنہ دینا بھی پسند نہیں، مگر اتنی بات ضرور ہے کہ محترم محمد الفضا د صاحب یہاں بہت بڑی خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ وہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے ذکر کر کے باور کرا رہے ہیں کہ امام ابن کثیر کا بھی گویا یہی مؤقف ہے کہ ''ارواح کو ہی عذاب ہوگا'' مگر قارئین محترم! معاملہ الٹ ہے۔ ہم یہاں قارئین کے فائدہ کے لئے تفسیر ابن کثیر میں سے آیت ''النار یعرضون علیها غدوا و عشیا'' کی تفسیر کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ تفسیر ابن کثیر میں اس آیت مبارک کے تحت یہ عبارت رقم فرمائی گئی ہے کہ هذه الاية اصل كبير في استدلال اهل السنة على عذاب البرزخ في القبور ''یہ اہل سنت کے اس استدلال کی بڑی اساس ہے کہ قبروں میں عذاب برزخ ہے'' اس کے بعد امام ابن کثیر ایک حدیث لائے ہیں۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ فضلت یا رسول الله هل للقبر عذاب قبل يوم القيمة قال ﷺ. لا

ترجمہ: ''میں نے کہا، یارسول اللہ کیا قبر میں عذاب ہے، قیامت سے پہلے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں''۔

اس کے بعد سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کئی دن گزرے ایک دن دوپہر کے وقت آپؐ اونچی آواز سے کہہ رہے تھے۔

القبر كقطع الليل المظلم ايها الناس لو تعلمون ما اعلم بكيتم كثيراً و ضحكتم قليلاً ايها الناس استعيذو ابالله من عذاب القبر فان عذاب القبر حق

ترجمہ: ''قبر اندھیری رات کا ٹکڑا ہے۔ لوگو! اگر تمہیں (اس کا) علم ہو جائے، جس کا مجھے علم ہوا ہے تو (تم) زیادہ روؤ اور تھوڑا ہنسو۔ لوگو! پناہ پکڑا۔ اللہ کی، عذاب قبر سے، بے شک عذاب قبر حق ہے''۔

اس کے بعد ایک اور حدیث لائے ہیں۔ امام ابن کثیر جو سیدہ عائشہؓ سے ہی مروی ہے کہ:

ان يهودية دخلت عليها فقالت نعوذ بالله من عذاب القبر فسالت عائشة رضى الله عنها رسول الله ﷺ عن عذاب القبر فقال ﷺ نعم عذاب القبر حق

ترجمہ: ''ایک یہودی عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور اس نے کہا ہم پناہ پکڑتے ہیں عذاب قبر سے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے سوال کیا عذاب قبر کے بارے میں، تو آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں عذاب قبر حق ہے۔

محترم محمد الفضا د صاحب نے تفسیر ابن کثیر کا حوالہ دیا مگر صرف اپنے مقصد کی بات ذکر کر دی، باقی پوری تفسیر پر ہاتھ رکھ دیا۔ امید ہے کہ آں محترم نے اب بھی ہاتھ اٹھا کر یہ سب کچھ پڑھ لیا ہوگا۔ ہم آں محترم سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ زیر آیت ''النار یعرضون علیها'' پر جو کچھ امام ابن کثیر نے لکھا، کیوں آپ نے ''نغمۂ توحید'' کے قاری کی خدمت میں پیش نہیں کیا اور اس سے کیوں چشم پوشی فرمائی؟ باقی رہا، سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ فرمان، کہ آل فرعون کی ارواح کو سیاہ رنگ کے قالبوں میں صبح وشام جہنم پر پیش کیا جاتا ہے، تو جناب ہم تو ماننے والوں میں سے ہیں، لیکن محترم محمد الفضا د صاحب سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان پڑھ کر پر رک نہ جائیں بلکہ کچھ آگے بھی بڑھیں۔ اسی تفسیر ابن کثیر میں جہاں سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان ہے، آخر میں یہ

بھی ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ ' بالغداۃ والعشی ان کان من اھل الجنہ فمن اھل الجنۃ و ان کان من اھل النار فمن اھل النار فیقال ھٰذا مقعدک حتیٰ یبعثک اللہ عزو جل الیہ یوم القیامۃ

ترجمہ: ''حضور علیہ السلام نے فرمایا بے شک تم میں کوئی جب مر جائے تو اسے اس کا ٹھکانا صبح وشام دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ اہل جنت میں سے ہے تو وہ اہل جنت میں دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ جہنمیوں میں سے ہے تو اسے اس کا ٹھکانہ جہنم دکھایا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تمہارا ٹھکانا۔ یہاں تک کہ تجھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اٹھائے''

اس حدیث میں مندرجہ ذیل باتیں زیادہ توجہ کے لائق ہیں........

''اذا مات'': میں موت کا وقوع کس پر ہو رہا ہے؟ جسم پر یا روح پر؟ یقیناً جسم پر!

عرض علیہ: میں ''ہ'' ضمیر کا مرجع جسم ہے یا روح؟ یقیناً جسم!

مقعدک: میں ''ک'' ضمیر کا مخاطب جسم ہے یا روح؟ یقیناً جسم!

یبعثک: میں ''ک'' ضمیر کا مخاطب جسم ہے یا روح؟ یقیناً جسم! تو واضح ہو گیا کہ موت واقع ہو رہی ہے جسم پر۔ ٹھکانہ بھی پیش کیا جاتا ہے صبح وشام جسم پر۔ قیامت کے دن قبر سے اٹھایا بھی جائے گا، تو یہی جسم۔

محترم محمد الفھاد صاحب! آپ کی پیش کردہ روایت بابت فرمان عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) اور یہ روایت جس کا آپ نے نہ معلوم کیوں ذکر کرنا پسند نہ فرمایا۔ ان دونوں روایتوں کو ملا کر کیا نتیجہ یہی نکلا؟ کہ عذاب وثواب صرف روح کو نہیں بلکہ روح مع الجسد کو ہے۔ اس سے تو اہل سنت والجماعت کا موقف مکمل طور پر واضح ہو کر سامنے آ گیا۔ محترم محمد الفھاد صاحب! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ماشاء اللہ دو آنکھیں عنایت فرمائی ہیں۔ مگر ایک آنکھ سے دیکھنا اور ایک آنکھ بند رکھنا اس کا نام تو عقل مندی نہیں ہے۔ حق تو یہ ہے کہ اگر آپ کو دو آنکھیں ملی ہوئی ہیں تو دونوں سے دیکھیں اور صحیح راستہ اختیار فرمائیں۔ (جاری ہے)

ماہانہ مجلس ذکر، روحانی اجتماع و اصلاحی بیان

حضرت پیر جی، ابن امیر شریعت

سید عطاء المہیمن بخاری

دامت برکاتہم

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

30، ستمبر 2001ء

بروز جمعرات بعد نماز مغرب

دار بنی ہاشم

مہربان کالونی

ملتان

اصلاحی وتربیتی بیان فرمائیں گے

احباب ومتعلقین نماز مغرب تک پہنچ جائیں

المعلن: ناظم مدرسہ معمورہ، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی۔ ملتان فون: 061-511961